کائنات میں تفکر وتدبر کی قرآنی اساسیات واصول

حبیب اللہ *

ڈاکٹر حافظ افتخار احمد **

By the Study of Qur'an-e-Hakeem it becomes evident that the maximum numbers of evidences, proofs, examples, arguments are given to the fact that the Creator of this vast and wide universe is the One who is the Supreme of all, Omnipotence and wise. The importance of all the witnesses, evidences is that they are pertaining to the coming into being of the mankind itself, things spread around and in the University which are a part of the daily system of the life, and his attention has been drawn to these so that if he can think seriously on these and apply his wisdom, he will find Qur'an an absolute Truth and Reality, word by word. Qur'an repeatedly, addresses in such a style that he should observe the universe, cast an eye on the sky and the earth, observe the overlapping of day and night, the blowing winds and breeze, clouds becoming heavy, and view the raining cast an eye on the seas and oceans, see the sailing boats and ships, if he can observe and reflect, he would become sure of this universe not coming to being by itself, nor it's system automatically getting implemented, but there is someone who creates and runs this system, and he is surely the greatest. Furthermore, if he could survey with a deep conviction the way the system is balanced, and running amicably without interruption, consequently he would come to the conclusion, that the Organizer and Operator of this universe is One and the Only One in reality.
Keywords: Meditation, Universe, Create, Interpretation, Existence, Signs, Dignity, Peace, Calmness, Concept.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اس کی جسمانی اور فطری ضروریات پوری کرنے کے لیے مادی وسائل پیدا کیے اور اس کے ذہن اور روح کی رہنمائی کے لیے بھی اہتمام فرمایا۔ خود انسان کے اندر خیر وشر میں فرق کرنے کی صلاحیت اور ضمیر کی آواز عطا فرمائی اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامل رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اللہ نے آپ ﷺ پر قرآن حکیم نازل فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا دائمی ذریعہ ہے۔ جو لوگ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ہدایات واحکامات سے منہ موڑتے ہیں، سرکشی اور بغاوت کی راہ اختیار کرتے ہیں، انکے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں عقلی دلائل دیئے ہیں یعنی اس کائنات کے اندر جو اللہ کی نشانیاں، جیسا کہ تخلیق کائنات، زمین و

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔

** چیئرمین، شعبہ علومِ اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔

آسمان، سورج، چاند، ستارے، رات و دن کی گردش، ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا برسنا، بے آب و گیاہ زمین کا سرسبز وشاداب ہو جانا پھر نباتات کا سوکھنا اور تنکے بن کر بکھر جانا، سمندروں میں کشتیوں کا چلنا، تخلیق انسان و مراحل تخلیق اور اس میں مختلف نظاموں کا چلنا، اللہ کی مختلف نعمتوں کا ہونا، سابقہ قوموں کے عروج وزوال کے واقعات اور اس کے اسباب، نباتات وحیوانات وغیرہ میں تفکر وتدبر کی دعوت دی گئی ہے۔

نظام کائنات میں تفکر وتدبر کے مقاصد:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات میں انسانوں کو تفکر وتدبر کی جو دعوت دی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان ان باتوں کو جانے کہ وہ کون ہے؟ کس نے اس کو پیدا کیا ہے؟ کس مقصد کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے؟ اس کی اصل منزلِ مقصود کیا ہے؟ اس کا مالک کون ہے، اس کا الہ حقیقی کون ہے؟ اس کے خالق ومالک اور الہ حقیقی کی منشاء ومرضی کیا ہے؟ اس دنیا میں اس کی حیثیت اور ذمہ داری کیا ہے؟ اس کائنات کے اندر اس نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کن اصولوں اور ہدایات کے مطابق گزارنی ہے؟ تاکہ وہ اپنے مقصد تخلیق میں کامیاب ہو سکے۔ یعنی تطہیر فکر، تعمیر فکر، تزکیہ نفس ہو تاکہ انسان اپنے رب کی بندگی کرے۔ بقول پیر محمد کرم شاہ: کہ اللہ نے نظام کائنات میں فکر ونظر کی دعوت دی ہے کیونکہ کارخانہ قدرت کی نیرنگیوں میں وہ جتنا غور وفکر کریں گے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کے علم اور حکمت کاملہ پر ایمان پختہ ہو گا اور یہ پختگی تقلیدی نہیں ہو گی بلکہ تحقیقی ہو گی۔(۱)

امین احسن اصلاحی کے نزدیک یہ ہے کہ نظام عالم کے قوانین واحکام اور فطرت انسانی کے مطالبات اور تقاضوں پر حکیمانہ غور کیا جائے اور ان سے زندگی کے لئے جو اصول پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو پوری سچائی اور ایمانداری کے ساتھ تسلیم کیا جائے ۔(۲) اسی طرح مزید کہتے ہیں کہ اس سے انسان خداشناسی اور خدارسی کا اہل بنتا ہے۔(۳)

استاذ عباس عقاد مرحوم رقمطراز ہیں: دراصل تفکر وتدبر ہی وہ واحد خزانہ ہے جہاں سے انسان کو ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے(۴)

تخلیق کائنات میں تفکر وتدبر:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے نظام میں تفکر وتدبر کی دعوت دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ــ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ــ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ــ" (۵)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس پانی کے ذریعہ تمہارے لیے میوے بطور رزق نکالے اور تمہارے لیے کشتیوں کو قابو میں کر دیا جو دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور اسی نے تمہارے لیے نہروں کو مسخر کیا اور اسی نے تمہاری خاطر آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگایا جو منظم طور پر چل رہے ہیں، اور اسی نے تمہارے لیے رات اور دِن کو (بھی) مسخر کیا۔ (غرض) اسی نے تم کو ہر وہ چیز عطا فرمائی جس کو تم نے چاہا (جن چیزوں کی تمہاری فطرت متقاضی ہوئی وہ تمام چیزیں اس نے عطا فرمائیں) اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار بھی کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

آسمانوں کا نشانی ہونا اس اعتبار سے ہے کہ یہ بلند ہیں اور نہ تو ان کے نیچے کوئی ستون ہے اور نہ ان کے اوپر رسی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور خرق عادت پر دلیل ہے۔ پھر آسمان میں سورج، چاند اور چلنے والے ستارے اور مشرق و مغرب میں چمکتے کہ روشن ستارے اور چھپے ہوئے ستارے دوسری نشانی ہیں۔ اور زمین کی نشانی ہونا اس اعتبار سے ہے کہ اس کے دریا، اس کی نہریں اس کی معدنیات، اس کے درخت اس کا ہموار ہونا اور اس کے نشیبی علاقے یہ صانع کی قدرت کی دلیلیں ہیں۔ (۶)

اللہ کی نعمتوں کو نہ تم گن سکتے ہو اور نہ ہی شمار کرنے کی طاقت رکھتے ہو اور ان کی کثرت کی وجہ سے ان کا حصر ممکن نہیں جیسے سماعت، بصارت، انسانی شکل وصورت علاوہ ازیں عافیت اور رزق وغیرہ یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ پس تم اللہ کی نعمتوں کو کفر کے ساتھ کیوں تبدیل کرتے ہو؟ اور ان نعمتوں کے ذریعے اللہ کی اطاعت پر مدد کیوں نہیں طلب کرتے۔ (۷)

''فبای آلاء ربکماتکذبن''۔ (۸) ''تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے''۔

یہاں بھی اگرچہ "آلاء" میں قدرت کا پہلو نمایاں ہے، لیکن نعمت اور اوصاف حمیدہ کا پہلو بھی مخفی نہیں ہے یہ خدا کی نعمت ہے کہ سمندر سے قیمتی چیزیں برآمد ہوتی ہیں، اور یہ اس کی شان ربوبیت ہے کہ جس

مخلوق کو اس نے ذوق جمال اور ذوق زینت بخشا ہے اس کے ذوق و شوق کی تسکین کے لیے طرح طرح کی حسین چیزیں اپنی دنیا میں پیدا کر دیں۔(۹)

مذکورہ آیت کے ساتھ مطابقت رکھنے والی ان تمام آیاتِ پاک کا منشاء و مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان دینی امور کی پابندی کے ساتھ ساتھ حدود الٰہی میں رہ کر زمین کے تمام خزانوں اور کائناتِ ارضی کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور صحیح معنی میں خلیفہ ارضی کے بمصداق دُنیا کی امامت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ مگر ان انعاماتِ الٰہی سے صحیح معنی میں فائدہ صرف اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب کائنات اور اس کے مظاہر کا صحیح علم بھی ہو اور ٹیکنالوجی میں دسترس بھی۔

لہٰذا اِن انعامات سے فائدہ اٹھانے کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ قرآن میں لوگوں کو بے شمار واقعات اور چیزوں پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ جن سے اللہ کے وجود، اس کی بے مثال ذات اور اس کی صفات کی جلوہ گری منعکس ہوتی ہے۔ قرآن میں یہ تمام چیزیں جو اس کی گواہی دیتی ہیں، انہیں ”نشانیاں“ کہا گیا ہے جس سے مراد ہے ”آزمائش شدہ ثبوت، مطلق علم اور سچائی کا اظہار“۔ اس لیے اللہ کی نشانیاں کائنات کی ان تمام چیزوں پر مشتمل ہیں جو اِن میں سے ہر شئے اللہ کی صفات کو ظاہر کرتی اور انہیں دوسروں تک پہنچاتی ہیں۔ وہ لوگ جنہیں قوتِ مشاہدہ اور قوتِ حافظہ عطا ہوئی ہے وہ دیکھیں گے کہ پوری کائنات صرف اللہ کی نشانیوں پر مشتمل ہے۔(۱۰)

"سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ" (۱۱)

”ہم اُن کو آفاق و انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر اس (کلامِ برتر) کی حقانیت واضح ہو جائے“۔

امام رازی نے واحدی سے نقل کیا ہے کہ آفاق افق کی جمع ہے اور افق آسمان اور زمین کے کناروں کو کہتے ہیں۔ آسمان اور ستاروں کی نشانیاں اور دن اور رات کی نشانیاں اور روشنیوں اور اندھیروں کی نشانیاں اور تمام عناصر اربعہ اور عالم موالید ثلاثہ کی نشانیاں ہیں۔ اور اپنے نفسوں سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے رحم میں کس طرح نطفہ، مضغہ اور ہڈیوں کی شکل کے مراحل سے گزر کر پیکر انسان میں ڈھلتا ہے۔(۱۲)

دوسرے مقام پر فرمایا:

"وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا"(۱۳)

''کہہ دو کہ تعریف کا مستحق صرف اللہ ہے، جو تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھادے گا جن کو تم پہچان لو گے''۔

سائنسی علوم نے اتنی ترقی کرلی ہے سائنسی علوم کے ذریعہ چاند کی پہلی تاریخ کے تعین میں بھی مدد ملتی ہے اور اس سے ہمیں شہادتوں کے پرکھنے کا بھی موقع ملتا ہے کہ یہ شہادت سچی ہے یا جھوٹی ہے، جب آلات سائنسی کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ آج چاند کی تولید نہیں ہوئی ہے اور اس کی رویت ممکن نہیں اور مطلع بالکل صاف ہو اور پورے ملک میں کہیں چاند نظر نہ آیا ہو اور ایسے میں چند آدمی گواہی دے دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی جھوٹی ہوگی اور سائنسی تحقیقات کے خلاف ان کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا اس میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہم اپنی نشانیاں دکھائیں گے کہ تم پہچان لو گے یعنی جب تم اس میں غور و فکر کرو گے کائنات پر نظریں دوڑاؤ گے تو ہماری نشانیاں دیکھو گے۔(۱۴)

"خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَأُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلاَ تَسْتَعْجِلُوْنِ"(۱۵)

''انسان بڑا جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ عنقریب میں اپنی نشانیاں دکھادوں گا۔ لہٰذا تم جلدی مت کرو''۔

"وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ "(١٦)

''وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھادے گا۔ پس تم اللہ کی کس کس نشانی سے انکار کروگے''۔

اللہ تعالیٰ اپنی صداقت اور اپنے کلامِ برتر کی حقانیت کے واضح دلائل و نشانات (آفاقی و انفسی دلائل کی صورت میں) مستقبل میں بھی ظاہر کرکے رہیں گے۔ ان آیات کا منشاو مقصد اور صاف و صریح اقتضاء یہ ہے کہ لوگ نظامِ کائنات میں تفکر و تدبر سے کام لیں اور سائنسی علوم کی ترقی ہو۔ ظاہر ہے کہ ان علوم کی ترقی کے بغیر صداقتیں کیسے وجود میں آسکتی ہیں جن میں سے بعض نشانیوں کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک لوگ مزید آیات و نشانات کو دیکھتے چلے جائیں گے۔

اسلام میں تفکر و تدبر کو بہترین عمل قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں وارد ہے:

"تفکر ساعة خير من عبادة سنة" (١٧)

''صحیفہ کائنات میں گھڑی بھر تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے''۔

ایک صبح بیدار ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لقد أنزلت علی الیل آیة ویل لمن قرأة ولم یتفکر فیھا ویل له ان فی خلق السمٰوٰتِ والارض"۔(۱۸)

”آج رات مجھ پر ایک آیت اتری۔ ہلاکت ہو اس پر جو اسے پڑھے اور غور نہ کرے“۔

پھر یہ آیت پڑھی:

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ "(١٩)

”بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دِن کی گردش میں اُن جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اُٹھا کر چلتی ہیں اور اُس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اُتارتا ہے، پھر اُس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے، (وہ زمین) جس میں اُس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اُس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقل مندوں کے لئے (قدرتِ الٰہیہ کی بہت سی) نشانیاں ہیں“۔

قرآن کریم دلائل کونیہ پیش کرتا ہے جو کائنات کے کھلے صفحات پر جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ جو روشن اور واضح ہیں کہ ہر شخص انہیں اپنی قابلیت کے مطابق سمجھ سکتا ہے۔ ان دلائل میں جو شخص سنجیدگی سے غور کرے گا وہ یقین و تصدیق کی دولت سے مالامال ہو گا یہی وجہ ہے کہ قرآن کے طرز استدلال کا طرہ امتیاز اور وجہ اعجاز۔ آسمان کی نیلی وسیع چھت، اس میں لٹکے ہوئے ستارے ان گنت، چاند و سورج، پھر ان کا مقررہ وقت پر طلوع و غروب جن میں ایک سیکنڈ کے برابر بھی کبھی فرق نظر نہیں آتا، ان کی گردش کے متعین راستے جن سے سر مو کبھی انحراف نہیں ہو، زمین کا یہ کشادہ صحن، اس میں رواں دواں ندیاں اور دریا، رات و دن کی پیہم گردش ان کا گھٹنا بڑھنا، بیکراں سمندروں کے سینوں پر مسافروں سے لدی اور سامان سے بھری ہوئی کشتیوں اور جہازوں کا خراماں خراماں آنا جانا، گھنگھور گھٹائیں اور ان کا موسلا دھار برسنا۔ پھر مردہ زمین کا دیکھتے دیکھتے سرسبز و شاداب ہو جانا۔ کرہ ہوا میں بادلوں کا منڈلاتے پھرنا۔(٢٠)

بارش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانیاں ہیں کہ کس طرح بخارات سے حاصل شدہ پانی فضا میں جمع ہوتا ہے اور کس طرح منتشر ہوتا ہے اور جہاں کی بقاء میں وہ کیا رول ادا کرتا ہے۔ اور اس طرح پھلوں اور

سبزیوں کی کس طرح روئیدگی ہوتی ہے اور اس نظام کی وحدت بھی مخفی نہیں۔امام رازی فرماتے ہیں: عقل مندوں سے مراد جو کائنات کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں۔(۲۱)

تخلیق انسان اوراس کی بناوٹ میں تفکر وتدبر:

تخلیق انسان اوراس کی بناوٹ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

"يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۔الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ، فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ" (۲۲)

''اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے اُس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نِک سُک سے درست کیا، تجھے متناسِب بنایا، اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کیا''۔

یعنی انسان ماں کے پیٹ کے تین اندھیروں میں انسان کی تخلیق کی، جہاں انسان کی طرح تصرف نہیں کر سکتا تھا۔ پھر فرمایا: اعضاء کو متناسب بنایا یعنی تجھے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کیا۔ انسان تمام جانداروں میں سب سے عمدہ، جامع اور حیران کن نظاموں کے ساتھ تخلیق کیا گیا ہے اور اللہ نے اسے بہت متناسب طور پر بنایا ہے۔

جسم کی مہارتیں بڑی متاثر کن ہیں۔ پانچ حواس میں سے ہر ایک اپنی جگہ معجزہ ہے۔ انسان ان حواس کی مدد سے خارجی دنیا کو جاننے لگتا ہے اور اپنی زندگی امن وسکون سے گزارتا ہے۔ اسے ان حواس کے درست ہونے کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ جب ہمارا آمنا سامنا قوتِ باصرہ، شامہ، قوت لامسہ، قوتِ سماعت اور قوتِ ذائقہ سے اس وقت ہوتا ہے جب ہم ان حواس کا جائزہ لیتے ہیں تو ان سب کی بے نقص بناوٹ اس بات کی ثبوت ہوتی ہے کہ کوئی ایسا خالق ہے جس نے ان کو بنایا ہے۔ انسانی جسم کی معجزاتی ساخت ان پانچ حواس تک محدود نہیں ہے۔ ہمارے جسم کا ہر عضو جو ہماری زندگی میں مددگار ہوتا ہے ایک علیٰحدہ معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔(۲۳)

انسانی جسم کے اندر کے پیچیدہ نظام مثلاً پسینہ آنا، خوراک کھانا، نظامِ تولید اور دفاعی میکانکی عمل اور حسِ جمالیات ہر ایک علیحدہ علیحدہ عجوبہ ہے۔ اللہ ہی اس کائنات کی ہر شے، چھوٹی سے چھوٹی چیز اور ہر انسان کو تخلیق کرتا ہے۔ جب ہم انسانی جسم کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو اس کی جو بناوٹ ہمارے سامنے آتی ہے وہ اللہ کی بے مثال اور ہر نقص سے پاک تخلیقی صناعی کا ثبوت نظر آتا ہے۔(۲۴)

امام رازی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعضاء معتدل بنائے، ایسا نہیں کیا کہ ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، اس طرح ہڈیاں، اس کے اعصاب اور اس کی شریانیں سب بہترین حکمت پر بنائی گئی ہیں۔(۲۵) انسانی پنجر کی ساخت اس قسم کی ہے جو جسم کو ہر طرح کی حرکت کی اجازت دیتی ہے۔ اللہ ہی نے یہ پنجر تخلیق کیا اور اب بھی اس کے تمام خدوخال تخلیق کر رہا ہے۔ اللہ، جس نے انسان کو تخلیق کیا، اسے اس پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اس آیت میں بارہا غور کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان کسی چیز کی طرف صرف ایک بار دیکھے تو اس کے نزدیک اس کے عیوب اور نتائج منکشف نہیں ہوتے، حتیٰ کہ جب وہ کسی چیز کی طرف بار بار غائر نظر سے دیکھتا ہے تو اس کی پوری حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا"(۲۶)

"پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اِس پنجر کو ہم کس طرح اُٹھا کر گوشت پوست اِس پر چڑھاتے ہیں"۔

انسان کو اس پر ضرور غور وفکر کرکے اللہ کی طاقت کی تعریف کرنی چاہئے جس نے اسے تخلیق کیا ہے اور پھر اس کا شکر بجالانا چاہئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ بہت بڑے گھاٹے میں رہے گا۔ اللہ، جس نے ہڈیوں کو تخلیق کیا اور پھر ان پر گوشت چڑھایا، اس بات پر قادر ہے کہ ایسا دوبارہ کر سکے۔

درج ذیل آیت اللہ اِنسانی تخلیق میں تطبیقی عمل کی بناء پر مزید غور وفکر کی ترغیب دیتی ہے۔

ارشاد ربانی کا ذکر یوں ہے:

"أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۔ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۔ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ"(۲۷)

"کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا؟ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے کون اِن ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ اس سے کہو، انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے اپنے چولہے روشن کرتے ہو"۔

امام رازی فرماتے ہیں: انسان اگر غور کرے تو اس کو اپنی بناوٹ میں بڑے راز معلوم ہو جاتے ہیں کہ کس طرح نطفہ سے انسان بنادیا گیا، پھر ھڈیاں مٹی ہو کر دوبارہ کھڑی ہوں گی یہ بڑی واضح دلائل ہیں غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔(۲۸)

تخلیق انسان کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ عبودیت مطلقہ اپنے تمام تقاضوں کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور عبودیت کے تقاضوں میں سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے تمام چھوٹے بڑے معاملات میں صرف اسی کے حکم کی اطاعت کی جائے اور تمام امور میں پورے خلوص نیت کے ساتھ ہر اقدام، ہر خیال اور ہر کام کارخ اللہ کی طرف ہو!۔ اور اس زمین میں کاروبار خلافت و نیابت اللہ کے منہاج کے مطابق ہو یا قرآن کی اسی تفسیر کی روشنی میں جو اللہ کے دین سے مطابقت رکھتی ہو سرانجام دیا جائے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی حقیقت کی دو مترادف المعنی تعبیریں ہیں۔(۲۹)

زمین کی ساخت میں تفکر و تدبر:

زمین کی ساخت وپرداخت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مِهادًا" (۳۰)

"اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارا گہوارہ بنایا"۔

اللہ تعالیٰ نے بغیر ستون کے اتنی عظیم چھت بنادی جو پوری روئے زمین کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس میں بے شمار ستاروں کی قندیلیں روشن کر دی ہیں، جو صحراؤں، بیابانوں اور سمندروں میں اندھیری رات کے مسافروں کی راہ نمائی کرتی ہیں۔ برسہا برس سے یہ نظام چلتا آیا ہے۔ زمین کو اللہ نے ہمارے لیے گہوارہ بنادیا ہے تاکہ ہم اس پر رہ کر زندگی صحیح طریقے سے گزار سکیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ"(۳۱)"اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسی بچھائی گئی ہے"۔

زمین سب کی نظروں کے سامنے مسطح اور بچھی ہوئی ہے۔ وہ زندگی، سیر و سفر اور ہر طرح کی عملی جدوجہد کے لیے ہموار و موزوں ہے۔ زمین کو اِس طرح انسانوں نے نہیں بچھایا ہے۔ وہ انسانوں کے وجود سے قبل اسی حالت میں تھی۔ تو کیا وہ زمین کو نہیں دیکھتے۔ کیا وہ اس سلسلے میں

غور و فکر نہیں کرتے۔ وہ یہ نہیں معلوم کرتے کہ کس نے زمین کو اس طرح بچھایا اور زندگی کی سرگرمیوں کے لئے اُسے موزوں بنایا۔

یہ مناظر گہری نظر اور معمولی غور و فکر کے بعد انسانی قلب کی حقیقت تک رہنمائی کرتے ہیں اور یہ بات وجدان کی بیداری، قلب کی زندگی اور ان مخلوقات کے خالق و مبدع کی جانب رخ کو متحرک کرنے کے لیے کافی ہے۔ کائنات کے اِس مجموعی منظر کی صوری ہم آہنگی و تناسب کے حسن و جمال پر تھوڑی دیر کے لیے رک کر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ کس طرح قرآن دینی وجدان کو فنی حسن و جمال کی زبان سے خطاب کرتا ہے اور کس طرح ایک مومن کی حس میں جو کائنات کے حسن و جمال کا شعور رکھتا ہے دونوں چیزیں ہم آغوش ہو جاتی ہیں۔(۳۲)

فرمان الٰہی ہے:"وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰها" (۳۳)"قسم زمین کی اور جیسا کچھ اس کو بچھایا"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ زمین اور اُس کے بچھائے جائے کی قسم کھا رہا ہے۔ طَحَا، دَحَا کی طرح ہے۔ اس کے معنی پھیلانے، بچھانے اور زندگی کے لیے تیار اور ہموار کرنے کے ہیں۔ یہ ایک ثابت و محکم حقیقت ہے جس پر نوعِ انسانی اور تمام ذی حیات انواع کی زندگی کا دارومدار ہے۔ یہ خصوصیات اور چیزوں کے مابین یہ توازن اور یہ مناسبت، جو دستِ قدرت نے اِس زمین کے اندر رکھ دی ہیں، انہی سے اس کے منصوبہ اور اس کے نظم و تدابیر امر کے تحت زمین پر زندگی کا وجود ہوا ہے۔ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ اگر ان خصوصیات میں سے کوئی ایک خصوصیت بھی نہ ہوتی تو زمین پر زندگی کا وجود نہ ہوتا اور زمین اُس راہ پر گامزن نہ ہوتی جس پر وہ اب گامزن ہے۔(۳۴)

اس حقیقت کو دوسرے مقام پر اس طرح واضح کیا گیا ہے:"وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۔ اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعٰهَا۔"(۳۵)"

اور زمین کو اس نے اِس کے بعد بچھایا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کی نباتات نکالی"۔

یہ زمین کی سب سے بڑی خصوصیت ہے اور یہ تنہا خدا ہے جس نے اُسے انجام دیا ہے۔ یہاں جب زمین کے پھیلائے اور بچھائے جانے کا ذکر ہو رہا ہے تو اُس دستِ قدرت کے ساتھ ہو رہا ہے جو زمین کی اِن خصوصیات کے پیچھے ہے۔ قرآن اِن اشارات کے ذریعہ انسانی قلب کو غور و فکر اور یاد دہانی اور عبرت اندوزی کے لیے تیار کرتا ہے۔(۳۶)

غلام جیلانی برق نباتات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ہر پتہ ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ قدرت کے یہ ارب درارب کارخانے نہایت خاموشی سے چل رہے ہیں اور ہماری غذا تیار کرنے میں شب وروز مصروف ہیں۔ انسان کس قدر ناشکرا ہے کہ تمام کائنات کی خدمات سے مستفید ہوتے ہوئے بھی اپنے فرائض کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ساڑھے نو کروڑ میل کی مسافت سے سورج کی کرنیں آتی ہیں جو بخارات آبی کو ہوا کے کندھوں پر لادتی ہیں۔ بجلیاں چمک چمک کر زمین کی نس نس میں خونِ حیات دوڑاتی ہیں۔ بوندیں فضائی نائٹروجن کا بیش بہا ذخیرہ ہماری کھیتیوں میں پہنچاتی ہیں۔ چشمے اندرونِ جبال سے معادن کی ایک دنیا ہمراہ لیے ہماری زمینوں کی طرف بڑھتے ہیں۔ جڑیں ذخائر ارضی کو جذب کر کے جزوِ نباتات بناتی ہیں اور تب کہیں جا کر ہمیں غذا میسر ہوتی ہے۔(۳۷)

اس طرح مزید کہتے ہیں کہ:

قدرت نے ہماری غذا کی فراہمی وحفاظت کا کیا حیران کن انتظام کر رکھا ہے، پھر درخت اور ہر پودے میں کس قدر اسباق ونشانیاں ہیں۔ عالمِ نباتات میں کتنا تنوع ہے، لاکھوں پودے، ہر پودے کی ہیئت الگ، خاصیت الگ، پھل الگ، کہیں کوئی غلطی نہیں، بد نظمی نہیں، حفاظت سے غفلت نہیں، تربیت سے تساہل نہیں، اور اس خالق لازوال کی حمد وثناء کے زمزمے گائیں جس نے ہماری حسین دنیا کو حسن وجمال کا مرکز بنایا اور ہماری تفریح کے لیے اسے لالہ وگل سے سجایا۔(۳۸)

مندرجہ ذیل آیات اللہ کا مطالعہ بھی اللہ کی حمد وثناء کی تلقین کرتا ہے۔

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۔ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۔ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۔ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۔ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى"(۳۹)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربِ برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا، جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی، جس نے نباتات اُگائیں پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا"۔

"وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۔ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۔"(۴۰)

"زمین اور آسمانوں میں جس قدر جاندار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ، سب اللہ کے آگے سر بسجود ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں"۔

اس کائنات کے ہر گوشہ میں، ہر چیز، آسمان اور زمین، سورج اور چاند، شب اور روز کے اندر جس طرح کا تضاد اور پھر ساتھ ہی جس طرح کا توافق پایا جاتا ہے۔ وہ صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ کائنات مختلف الاغراض دیوتائوں کی رزم گاہ نہیں ہے بلکہ اس پر ایک ہی قادر و قیوم کا ارادہ کار فرما ہے۔(۴۱)

نظم کائنات میں تفکر و تدبر:

اللہ نے اس کائنات کی کسی بھی چیز میں خلل اور بد نظمی کے نہ پائے جانے کی وضاحت اس آیت مبارکہ میں یوں فرمائی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ۔" (۴۲)

"جس نے تہ بہ تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو۔ کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ۔ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی"۔

اس آیت میں لفظ تفاوت استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں عدم تناسب۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے میل نہ کھانا۔ اَنْمِل بے جوڑ ہونا۔ پس اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں تم کہیں بد نظمی، بے ترتیبی اور بے ربطی نہ پاؤ گے۔ اللہ کی پیدا کردہ اس دنیا میں کوئی چیز اَنْمِل بے جوڑ نہیں ہے۔ اس کے تمام اجزاء باہم مربوط ہیں اور ان میں کمال درجے کا تناسب پایا جاتا ہے اور اس میں لفظ "فطور" استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں دراڑ، شگاف، رخنہ، پھٹا ہوا ہونا، ٹوٹا پھوٹا ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات کی بندش ایسی چست ہے اور مضبوط، اور زمین کے ایک ذرے سے لے کر عظیم الشان کہکشاؤں تک ہر چیز ایسی مربوط ہے کہ کہیں نظمِ کائنات کا تسلسل نہیں ٹوٹتا۔ تم خواہ کتنی ہی جستجو کر لو، تمہیں اس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں مل سکتا۔(۴۳) تفسیر تنویر الایمان میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

عقل مانتی ہے کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آگئی۔ اس کا خالق ضرور موجود ہے جو کہ یہ کائنات منظم ہے۔ لہٰذا خالق کائنات، حکیم، علیم، قدیر اور صاحب ارادہ و اختیار ہے اور ہر کمزوری سے پاک ہے

اور ظاہر ہے کہ ایسا خالق ایک ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ ایک محتاج ہو گا یا اور محتاج الہٰ (خدا) نہیں ہو سکتا اور یا متفق ہو گا اور متفق بھی حقیقتاً محتاج ہی ہوتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ توحیدِ الٰہی کو عقل مانتی ضرور ہے مگر وہ خود بخود کیسے ہے۔ یہ عقل میں نہیں آتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا عقل میں نہ آنا ہی اس کے ہونے کا ثبوت ہے۔(۴۴)

تفسیر فی ظلال القرآن میں اس کی وضاحت یوں کی ہے:

> کائنات کے مناظر و ظواہر اور قلبِ انسانی کے درمیان ایک مخفی زبان ہے۔ انسانی فطرت اور اُس کے احساسات کی گہرائیاں اِس زبان سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان مظاہر کے اور انسانی روح کے درمیان کسی آواز کے بغیر سرگوشی و گفتگو ہوتی ہے۔ یہ مناظر قلبِ انسانی پر اثر انداز ہوتے، روح کو اشارے کرتے اور زندہ انسان کے وجود کے لیے حیات بخش ثابت ہوتے ہیں، بشرطیکہ انسان اُن کی طرف متوجہ ہو اور ان سے مانوس ہونے، سرگوشی و گفتگو کرنے اور ان کے اشارات کو سمجھنے کے لیے تیار ہو۔(۴۵)

سید قطب شہید مزید لکھتے ہیں کہ:

> یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید کائنات کے مظاہر کی طرف قلب انسانی کو مختلف مواقع پر مختلف انداز و اسالیب سے متوجہ کرتا رہتا ہے۔ کبھی وہ بلاواسطہ متوجہ کرنے کا انداز اختیار کرتا ہے۔ کبھی وہ بالواسطہ اشارات کا اسلوب اختیار کرتا ہے۔ جس طرح کی مخلوقات و مناظر کی قسم کھانے کا یہ انداز، ان مناظر کو بعد میں بیان کردہ حقائق کے لیے فریم ورک بنایا گیا ہے۔ اس میں ہم بکثرت اس طرح کے اشارے اور قلوب کو متوجہ کرنے کے اسالیب پاتے ہیں۔ مشکل ہی سے کوئی سورت ہو گی جو دِل کو بیدار نہ کرتی ہو کہ وہ کائنات کی طرف متوجہ ہو اور اُس سے اشارات اور ہم کلامی کے مواقع حاصل کر سکے اور اُن دلائل اور سرگوشیوں کو اخذ کر سکے جو کائنات اپنی مخفی زبان سے کہتی اور ہر دم بکھیرتی رہتی ہے۔(۴۶)

ابن کثیر اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پرواہ ہیں جیسے فرمان ہے آسمان وزمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہیں تلے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور و فکر نہیں کرتے۔ کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ

آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے۔ ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دِن ہے اس کا نظر نہ آنارات ہے۔ پورے آسمان کا چکر صرف ایک دِن رات میں پورا کرلیتا ہے۔ اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے(۴۷)

ایک اور مقام پر فرمایا:

"وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ"(۴۸)

"اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں اور دریا بہا دیے ہیں۔ اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور وہی دِن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں"۔

دن اور رات کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے:

"الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ "(۴۹)

"وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کا وقت بنا دیا کہ اس میں آرام پاؤ اور دِن کا وقت کہ اس کی روشنی میں دیکھو بھالو۔ بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لیے (ربوبیت الٰہی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں جو (کلامِ حق) سنتے (اور سمجھتے) ہیں"۔

قرآن سورج، چاند، رات اور دن کے نظم کے بارے میں کہتا ہے:

"لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ "(۵۰)

"نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دِن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں"۔

قرآن کریم نے لیل ونہار کے خالق کا تذکرہ یوں کیا ہے:

"ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ"(۵۱)

''یہ اس لیے کہ رات سے دِن اور دِن سے رات نکالنے والا اللہ ہی ہے اور وہ سمیع وبصیر ہے''۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی تمام نظام کائنات پر وہی حاکم ہے اور گردشِ لیل ونہار اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس ظاہری معنی کے ساتھ اس فقرے میں ایک لطیف اشارہ اس طرح بھی ہے کہ خدا رات کی تاریکی میں سے دِن کی روشنی نکال لاتا ہے اور چمکتے ہوئے دِن پر رات کی ظلمت طاری کر دیتا ہے۔ وہی خدا اس پر بھی قادر ہے کہ آج جن کے اقتدار کا سورج نصف النہار پر ہے اُن کے زوال وغروب کا منظر بھی دنیا کو جلد ہی دکھا دے، اور کفر وجہالت کی جو تاریکی اِس وقت حق و صداقت کی فجر کا راستہ روک رہی ہے وہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے حکم سے چھٹ جائے اور وہ دِن نکل آئے جس میں راستی اور علم ومعرفت کے نور سے دنیا روشن ہو جائے۔(۵۲)

قرآن پاک نے ایک ایسی کائنات کی تصویر پیش کی ہے جو ہر لحاظ سے ترتیب وتوازن کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ اور یہ کائنات محض کھیل تماشے کے لیے نہیں بنائی گئی بلکہ حق کے ساتھ بنائی گئی ہے اور اس میں نشانیاں ہیں اس کے خالق کی تاکہ سمجھدار اور دانش مند لوگ ان پر غور کریں اور شکر گزار ہوں اور اچھے کام کریں۔ تمام مخلوقات اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت اور ایک دوسرے کی بھلائی کریں۔ اس سے کائنات میں بقائے باہم کا اصول قائم ہوتا ہے۔ پہلے فرمایا:

اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ پھر یقین اور عقل والوں کے لیے فرمایا:

یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرنا ہے۔(۵۳)

غور کرو تو ہر طرف اس کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں۔ پھر ان کا شکر بجالائیں۔ دیکھیں اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان وزمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ فرشتے، جن، انسان، چوپائے، پرند، جنگلی جانور، درند، کیڑے پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔

عہد جدید کے ممتاز عرب اسکالر اور نامور فقیہ شیخ ابوزہرہ نے بجا فرمایا ہے:

قرآن خود انسان کو کائنات میں غور کرنے اور اپنی فکر ونظر کو استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام انسان کو اندھی تقلید اور لکیر کا فقیر بننے سے منع کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک اگر انسان اپنے تعصّبات و

تحفظات سے بالاتر ہو کر کائنات کی اشیاء اور اس کی حقیقت پر غور کرے تو وہ اس راستہ کو اپنانے کے لیے مجبور ہو گا جس کی طرف اسلام رہنمائی کرتا ہے۔(۵۴) غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ:

جہالت سب سے بڑا ظلم ہے۔ آج اولادِ ابراہیم علیہ السلام اسی لیے ذلیل ورسوا ہے کہ کلامِ خدا(قرآن) اور عملِ خدا(کائنات) ہر دو سے جاہل ہے۔ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ زمین کے خزانوں کو استعمال کیے بغیر کوئی قوم چند گھنٹوں کے لیے بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔(۵۵)

"انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط"(۵۶)

''زمین و آسمان پر نظر ڈالو''۔

اس آیت میں زمین اور آسمان میں جو اس کی ذات اور اس کی قدرت پر نشانیاں ہیں ان میں تدبر اور تفکر کا حکم دیا ہے تا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ انسان مجبور محض ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک گونہ مختار بنایا ہے سو اس پر لازم ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی بناوٹ پر غور کرے اور ان میں جو کواکب اور سیارے ہیں ان میں تفکر کرے کہ وہ ایک مخصوص نظام کے تحت قائم ہیں اور گردش کر رہے ہیں، رات اور دن کے توار اور ان کے اختلاف میں، بارشوں کے ہونے اور دریاوں میں سیلاب اور سمندروں کے طوفانوں میں اور کھیتوں اور باغات میں غلہ اور پھلوں کی پیداوار یہ نشانی ہے کہ یہ تمام چیزیں نظام واحد کے تحت روبہ عمل ہیں۔ انسانوں، مویشیوں، چرندوں، درندوں اور پرندوں میں توالد اور تناسل کا نظام واحد ہے، موسموں کے بدلنے کا نظام واحد ہے، روئیدگی کا نظام واحد ہے، سورج کے طلوع اور غروب کا نظام واحد ہے۔ سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کا نظام واحد، خود انسان کے اندر نشوونما کا نظام واحد ہے، غذا کے انہضام کا نظام واحد ہے، فضلات کے اخراج کا نظام واحد ہے، انسان خواہ اپنے باہر کی دنیا کو دیکھے تو ہر چیز نظام واحد میں مربوط ہے اور اپنے اندر کی دنیا کو دیکھے تو نظام واحد میں منکس ہے اور نظام کی وحدت پر بنائی ہے کہ اس نظام کا بنانے والا واحد ہے۔

"اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔" (۵۷)

''زمین و آسمان میں اہل ایمان کے لیے حقائق وبصائر موجود ہیں''۔

کیونکہ آسمانوں اور زمینوں کے ایسے احوال ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین دونوں اجسام مخصوصہ ہیں، ان کی مسامت کی مقدار معین ہے، ان کی وضع اور سمت معین ہے، ان کی حرکت معین ہے، ان کے لیے ضروری ہے کہ اس مخصوص مقدار، مخصوص

وضع اور سمت اور مخصوص حرکت کا کوئی مخصص ہو، کیونکہ ترجیح بلا مرجح محال ہے اور ضروری ہے کہ وہ مرجح ممکن ہو واجب ہو۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آسمانوں میں سورج، سیارے اور ستارے ہیں اور زمینوں میں پہاڑ، سمندر، درخت اور انواع واقسام کے حیوانات ہیں اور تمام کے تمام ایک نظام کے تحت ہیں، ہزاروں سال سے سورج کا طلوع اور غروب ہو رہا ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں مومنوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں، دراصل یہ نشانیاں تو مومن اور کافر سب کے لیے ہیں لیکن ان نشانیوں سے صاحب نشان تک پہنچنے کی کوشش صرف مومن ہی کرتے ہیں اور ان نشانیوں سے فائدہ صرف مومنین ہی اٹھاتے ہیں۔

تفکر وتدبر کی دعوت:

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ تعقل وتفکر کے خلاف نہیں بلکہ وہ اس کا پرزور داعی ہے، وہ نہ تو عقلی استدلال کو ناپسند کرتا ہے اور نہ کسی بات کی صحت وصداقت جانچنے کے لیے مشاہدہ وتجربہ کی ممانعت کرتا ہے بلکہ وہ لوگوں کو اس پر ابھارتا ہے۔ البتہ قرآن کے طرزِ استدلال کو سمجھنے کے لیے درج ذیل باتوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

1۔ قرآن کریم پہلے حقائق پیش کرتا ہے یا کسی بات کی خبر دیتا ہے اور پھر اسی کائنات اور اس کی موجودات سے ان کی تائید میں دلیلیں دیتا ہے اور بعض اوقات وہ انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کی باتوں کو صحیح نہیں مانتا تو وہ خود انفس وآفاق میں غور کرے، قدرت کی نشانیوں کو سمجھنے میں عقل سے کام لے تو اسے ان باتوں کی صحت وصداقت کے شواہد مل جائیں گے۔

2۔ "وحی" علم کا ایک معتبر وٹھوس ذریعہ ہے۔ اس کے توسط سے جو خبر دی گئی یا حقیقت پیش کی گئی وہ بجائے خود ثبوت ودلیل ہے۔ قرآن کے پیش کردہ عقائد پر ایمان لانے کے لیے کسی دلیل وثبوت کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان پر اطمینانِ قلب کے لیے دلائل وشواہد کا سہارا لیا جا سکتا ہے اور ان پر غور وفکر کیا جا سکتا ہے جو کہ قرآن کا منشا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے خود انہیں جابجاذِکر کیا ہے اور انسان کو ان میں غور وفکر کی دعوت دی ہے۔

3۔ قرآن انسانی تعقل و تفکر کے کچھ حدود و قیود متعین کرتا ہے۔ وہ ہر بات بالخصوص دین کے بنیادی عقائد میں عقلی دلائل و شواہد کی تلاش و جستجو کو ضروری نہیں سمجھتا۔ خاص طور پر غیب کی باتوں اور اخروی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو انسانی تحقیق اور عقلی موشگافیوں سے ماورا تصور کرتا ہے۔(۵۸)

قرآن کی رو سے دلیل و ثبوت کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو سراپا دلیل قرار دیا ہے اور اپنے لیے بینۃ، بصیرۃ، نور، برہان و فرقان جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس ضمن میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

"هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج" (۵۹)

"هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔"(۶۰)

"يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۤءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا"(۶۱)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب ہدایت جس طرح کامیابی و کامرانی کی راہ دکھاتی ہے اسی طرح اپنی صداقت و حقانیت پر خود اپنی دلیل بھی ہے۔ وہ اس کے لیے کسی اور ثبوت کی محتاج نہیں۔ ماہر قرآنیات مولانا حمید الدین فراہیؒ نے سورہ البقرہ کی تفسیر میں قرآن کے اس امتیازی وصف پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک اور نکتہ اخذ کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

> اس (قرآن خود اپنی آپ دلیل ہے) کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے ہر جملہ کے لیے آیت کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کی دلیل و نشانی کے ہیں خواہ وہ زبان سے پڑھی جانے والی ہو یا نظر سے دکھائی دینے والی ہو۔(۶۲)

قوموں کے عروج وزوال میں تفکر وتدبر:

ارشاد ربانی ہے:" كذبت ثمود وعاد بالقارعة " (۶۳) "ثمود اور عاد نے اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کو جھٹلایا"۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:" ان بطش ربک لشدید"(۶۴)"بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے"۔

قرآن نے اپنی دعوت کے سلسلہ میں بعض قوموں کی تاریخ پیش کی ہے وہ اس پہلو سے پیش کیا ہے جو تاریخ کا اصلی مفید پہلو ہے اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قوموں کا ابھرنا اور فنا ہونا اتفاقی واقعات کے طور پر ظہور میں نہیں آتا بلکہ اس میں اصلی دخل اخلاقی عوامل کو ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم

زندگی کے اخلاقی عناصر سے خالی ہوجاتی ہے تو قدرت قانون اس کو فنا کردیتا ہے اور کوئی دوسری قوم اس کی جگہ اٹھا کھڑی کرتا ہے۔ جو کہ کردار واخلاق میں اس سے بہتر ہوتی ہے اور پھر اس کی آزمائش کرتا ہے کہ وہ اقتدار پاکر کیا رویہ اختیار کرتی ہے اگر اس کا رویہ بھی بگڑ جاتا ہے تو پھر اس کو بھی فنا کردیتا ہے اور اس کی جگہ کسی دوسری قوم کو لاتا ہے۔ عروج وزوال کے اس اصول کو بنیاد قرار دے کر قرآن نے عربوں کے سامنے خود ان کے ملک اور ان کے گردوپیش کی تاریخ رکھی کہ عاد، ثمود، مدین، سبا، قوم لوط، قوم فرعون وغیرہ کے فنا ہونے کے واقعات اتفاقی واقعات نہیں ہیں بلکہ یہ عروج وزوال کے اس خدائی ضابطے کے تحت ظہور میں آئے ہیں۔ جو قوموں کی زندگی اور موت کے لیے خدا نے مقرر کیے ہیں، یہ اخلاقی وروحانی بیماریوں میں مبتلا ہوئیں تو اللہ نے ان کی اصلاح اور ان کے علاج کے لئے روحانی واخلاقی طبیب یعنی انبیاء علیہم السلام بھیجے ان انبیاء نے سر توڑ کوشش کی۔ کہ اپنی قوم کی بیماریاں دور کردیں لیکن ان کی قوموں نے ان کی باتوں پر کان نہ دھرے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فنا کردیا یہ تاریخ سنا کر قرآن نے عربوں کو متنبہ کیا کہ اس وقت تمہارے سامنے بھی زندگی اور موت کا یہی مرحلہ ہے تمہارے اندر بھی خدا کا رسول آگیا ہے اور اگر تم نے اس کی بات نہ سنی تو تم بھی اس طرح فنا کردیے جاؤگے جس طرح تمہاری پیشتر قومیں فنا کردی گئیں۔(٦٥)

المختصر! یہ کہ نظام کائنات میں تفکر وتدبر کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ایک عقلِ سلیم کا انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور زبان حال سے کہہ اٹھتا ہے کہ اے اللہ! تونے یہ کائنات فضول نہیں بنائی اور اس طرح وہ قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے قریب ہوجاتا ہے اور اپنی زندگی کو اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

نتائجِ تحقیق:

☆ قرآن کے مطالعہ سے کائنات میں تفکر وتدبر اور تحقیق وجستجو کی ترغیب ملتی ہے۔

☆ انسان کائنات میں غور کرکے صانع کی کاری گری کے حسن وکمال کا اندازہ کرے۔

☆ اس وسیع وعریض کائنات میں پھیلی ہوئی اس کی قدرت کی نشانیوں پر نظر ڈالے، مختلف چیزوں کی تخلیق میں پوشیدہ اس کی حکمت ومصلحت کا ادراک کرے۔

☆ حیوانات و نباتات کی نشوونما اور ساخت و پرداخت کا مشاہدہ کر کے اللہ رب العالمین کی ربوبیت و پروردگاری کا کرشمہ دیکھے، زمین و آسمان، چاند و سورج، پہاڑ و سمندر اور رات و دِن کے چلنے والے نظام میں تفکر و تدبر کرے اور اس کے توازن، تسلسل اور توافق میں دھیان دے اور پھر پکار اٹھے کہ بلاشبہ اللہ ہی انسان و کائنات کا خالق ومالک ہے۔

☆ صرف اللہ ہی اس کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے، وہی تمام مخلوق کا پالنہار پروردگار ہے۔

☆ اس پاک وبرتر ذات کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی ہمارا مولیٰ وماویٰ ہے۔

☆ ایک مسلمان نظام کائنات کے مطالعہ اور آفاق وانفس میں تدبر سے علم، سماعت، نظر، صبر و شکر، ایمان ویقین، فہم وفراست اور عقل کی دولت سے مالامال ہوتا ہے۔

☆ نظام کائنات کے مطالعہ سے انسان کو قربِ الٰہی ومعرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

☆ معرفت الٰہیہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا خوف اجاگر ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف مائل ہوتا ہے اور یہی جذبہ مساواتِ انسانیت اور بنی نوع انسان سے محبت کا باعث بنتا ہے جس سے دنیا میں امن وسکون پیدا ہوتا ہے اور اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

☆ یعنی انسان اپنے مقصد تخلیق کو جان کر اور اس کے مطابق زندگی گزار کر دنیوی و اخروی زندگی کی حقیقی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ الازہری، محمد کرم، شاہ، ”ضیاء القرآن“ ،۱/۳۰۶، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء۔

۲۔ اصلاحی، امین احسن، ”تزکیہ نفس“، ص:۵۲، ملک سنز پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۰۲ء۔

۳۔ ایضاً، ص:۸۳۔

۴۔ القرضاوی، محمد یوسف، ڈاکٹر، ”فکری تربیت کے اہم تقاضے“، ص:۴۰، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء۔

۵۔ ابراہیم: ۳۲-۳۴۔

۶۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر، تفسیر قرطبی، ”الجامع الاحکام القرآن“، ۱/۶۵۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء۔

۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، ''تفہیم القرآن''، ۵/ ۳۸۲، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۶ء۔

۸۔ الرحمٰن: ۲۳۔

۹۔ تفہیم القرآن، ۵/ ۲۵۹۔

۱۰۔ ہارون یحیٰی، ڈاکٹر، ''اللہ کی نشانیاں عقل والوں کے لیے''، ص: ۷۷، ادارہ اسلامیات، لاہور، طبع اول، ۲۰۰۱ء۔

۱۱۔ حٰمٓ السجدہ: ۵۳۔

۱۲۔ الرازی فخر الدین، امام، '' تفسیر کبیر''، ۹/ ۵۷۳، ادارہ دار الاندلس، بیروت، لبنان، ۱۳۵۸ھ۔

۱۳۔ النحل: ۹۳۔

۱۴۔ عمادالدین، علامہ، ابن کثیر، '' تفسیر القرآن العظیم''، ۳/ ۴۲۶، ادارہ دارالاندلس، لبنان، بیروت، ۱۳۵۸ھ۔

۱۵۔ الانبیآء: ۳۷۔

۱۶۔ المؤمن: ۸۱۔

۱۷۔ علی بن سلطان، محمد، القاری، ''مرقاۃ المفاتیح''، ۱/ ۳۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع اولیٰ، ۱۴۲۴ھ۔

۱۸۔ ابن حبان، ابو حاتم، محمد، امام، ''صحیح ابن حبان''۲/ ۳۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبع دوم ۱۴۱۴ھ۔

۱۹۔ البقرہ: ۱۶۴۔

۲۰۔ ضیاء القرآن، ۱/ ۳۰۶۔

۲۱۔ ابن کثیر، ''تفسیر القرآن العظیم''، ۱/ ۵۴۳۔

۲۲۔ الانفطار: ۶۔۸۔

۲۳۔ ہارون یحیٰی، ڈاکٹر، ''اللہ کی نشانیاں عقل والوں کے لیے''، ص: ۴۷۔

۲۴۔ ایضاً، ص ۵۷۔

۲۵۔ الرازی، فخر الدین، امام، ''تفسیر کبیر''، ۹/ ۵۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ۔

۲۶۔ البقرہ: ۲۵۹۔

۲۷۔ یٰسین: ۷۷۔۸۰۔

۲۸۔ الرازی، فخر الدین، امام، ''تفسیر کبیر'' ،۷/۴۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ۔
۲۹۔ قطب شہید، سید ، ''اسلامی نظریہ کی خصوصیات اوراصول ''، ص:۱۳۶، اسلامک بک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۱ء۔
۳۰۔ طٰہٰ:۵۳۔
۳۱۔ الغاشیۃ:۲۰۔
۳۲۔ قطب شہید، سید، ''فی ظلال القرآن''، ص:۲۲۹، البدر پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۷ء۔
۳۳۔ الشمس:۶۔
۳۴۔ فی ظلال القرآن، ص:۲۷۰۔
۳۵۔ النّٰزِعٰت:۳۰، ۳۱۔
۳۶۔ فی ظلال القرآن، ص ۲۷۱۔
۳۷۔ برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، ''دو قرآن''، ص: ۳۷، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۱ء۔
۳۸۔ ایضا، ص:۸۶۔
۳۹۔ الاعلیٰ:۱۔۵۔
۴۰۔ النحل:۴۹، ۵۰۔
۴۱۔ اصلاحی، امین احسن، ''تدبر قرآن''، ۴/۲۷۱ ، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۵ء۔
۴۲۔ الملک:۳، ۴۔
۴۳۔ ''تفہیم القرآن''، ۶ /۴۲، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۶ء۔
۴۴۔ محمد نعمت علی، مولانا، ''تفسیر تنویر الایمان''، ۱/۲۵۸، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور، ۲۰۱۰ء۔
۴۵۔ ''فی ظلال القرآن''، ص:۲۶۹۔
۴۶۔ ایضاً، ص:۲۶۹۔
۴۷۔ عماد الدین، علامہ ابن کثیر، ''تفسیر القرآن العظیم'' ۳/۲۷۲ ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۴ء۔
۴۸۔ الرعد:۳۔
۴۹۔ یونس:۶۷۔

۵۰۔یٰسین:۴۰۔

۵۱۔الحج:۶۱۔

۵۲۔ "تفہیم القرآن"،۳/۷/۲۴۷۔

۵۳۔ابن کثیر،۵/۶۷۔

۵۴۔محمد ابو زہرہ، "المجتمع الانسانی فی ظل الاسلام"، ص ۳۰۷، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۲ء۔

۵۵۔ "دو قرآن"، ص:۳۲۔

۵۶۔یونس:۱۰۱۔

۵۷۔الجاثیہ:۳۔

۵۸۔ظفر الاسلام، ڈاکٹر، "قرآن اور جدید سائنس" ، مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ اردو بازار ،لاہور، ۲۰۰۳ء۔

۵۹۔البقرہ: ۱۸۵۔

۶۰۔الجاثیہ:۲۰۔

۶۱۔النساء:۱۷۴۔

۶۲۔فراہی،حمید الدین ، "ماہنامہ تدبر"، ص:۱۱شمارہ۸۰،ادارہ دارالتذکیر،لاہور:جون۲۰۰۳ء۔

۶۳۔الحاقۃ:۴۔

۶۴۔البروج:۱۲۔

۶۵۔اصلاحی،امین احسن،" تدبر قرآن" ،۳/۳۵،ادارہ فاران فاؤنڈیشن،لاہور،۱۸۹۵ء۔